(۱۲)
گذشتہ سے پیوستہ

تاریخِ طبری کے ماٰخذ

نوشتہ :- ڈاکٹر جواد علی، عراق اکادمی، بغداد
ترجمہ :- جناب نثار احمد فاروقی، دہلی کالج، دہلی

فارس اور روم کی تاریخ الطبری نے فارس اور روم کی تاریخ سے متعلق جو ابواب لکھے ہیں ان میں راویوں کے نام نہیں آتے۔ چنانچہ ان حصوں میں ہم وہ جملے نہیں پائیں گے جو رسل وانبیاء کی تاریخ کے ذیل میں بار بار ہر خبر وروایت کے شروع میں دہرائے جاتے تھے، مثلاً: "حَدَّثنا فلانٌ قال حَدَّثنا فلانٌ عن فلانٍ عن... قال:" یا "حَدَّثنی فلانٌ، قال: حَدَّثنا.... قال اخبرنی فلانٌ... قال: اُخبرنی... قال:....." ان کے بدلے اکثر جگہ اس نے مجہول صیغے استعمال کئے ہیں اور اُس راوی کا نام نہیں لیا جس سے یہ خبر پہنچی ہے، نہ وہ ماٰخذ بتایا ہے جہاں سے اس نے خود حاصل کی ہے۔ اس جدید طریقے سے الطبری نے اپنے ماٰخذ تک ہماری رسائی میں دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔

ہم تاریخ الامم والملوک میں تاریخ ایران کی وہ تفصیلات پاتے ہیں جو کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملتیں، خواہ وہ الطبری کے زمانے میں لکھی گئی ہو، یا اس کے بعد ـــ ا یہ باعتبارِ مواد ان مصادر میں سے ہے۔ جس پر تاریخ عجم کی تحقیق کرنے والے آج تک بھروسہ کرتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نے وہ سب کچھ جمع کر دیا ہے، اہل ایران نے محفوظ کر رکھا تھا یا جسے تاریخ ایران کو عربی زبان میں منتقل کرنے والوں نقل کیا تھا۔ کیونکہ ہمیں دوسری کتابوں میں جو تاریخ ایران یا تاریخ عرب و عجم سے بحث کرتی ہیں، ایسا مواد بھی مل جاتا ہے جو الطبری کی تاریخ سے غیر ہے۔

چنانچہ نولدیکی NOLDEKE نے اپنی تاریخِ عرب و ایران بہ عہدِ ساسانیان کی تالیف میں الطبری سے بہت فائدہ اٹھایا ہے[1]

بعض مورخوں نے ایران کی تاریخ کو چار طبقوں پر تقسیم کر دیا ہے: طبقہ اول، پیش دادی اور یہ سب سے قدیم طبقہ ہے۔ طبقہ دوم: کیانی، طبقہ سوم: اشکانی، طبقہ چہارم: ساسانی[2] الطبری نے ایرانیوں کی تاریخ اگرچہ اسی بنیاد پر لکھی ہے۔ لیکن وہ ہر طبقہ کا علیحدہ فصل میں ذکر نہیں کرتا، البتہ اشکانیوں کی تاریخ جو اشک بن اشکان سے شروع ہوتی ہے۔ اس کو الطبری نے "الملوک الاشغانیون" کے عنوان سے علیحدہ کر دیا ہے، وہ انہیں "ملوک الطوائف" بھی کہتا ہے[3]۔ چوتھا طبقہ جو اشکانیوں کے بعد آتا ہے۔ اس کا عنوان "ملوک الفرس" رکھا ہے اور کہتا ہے کہ اس کا سب سے پہلا بادشاہ ساسان کی اولاد تھا[4]۔ یہی ساسانی طبقہ کا بیان ہے۔

الطبری کے نزدیک فارس کی تاریخ کا آغاز بشریت کی ابتدا سے ہوتا ہے، یعنی تاریخ آدم سے — اور ان کا آدم کیومرث[5] ہے جیسا کہ اکثر علمائے فارس نے لکھا ہے۔ اسی لئے الطبری نے اسے جا بجا لفظ "آدم" سے یاد کیا ہے اور کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک

---

[1] NOLDEKE: GESCHICHTE DER PEXSER UND ARABER ZUR ZEIT DER SASANIDEN. AUS DER ARABI CHRONIK DES TABARI UBERSETZ UND MIT AUSFURHLICHEN ERLAUTERUNGEN UND ERGANZUNGEN VERSEHEN, LEIDEN. 1879

[2] حمزہ / ۱۲-۱۳ [3] الطبری ۲ / ۱۱ [4] الطبری ۲ / ۵۶

[5] کیومرث (حمزہ / ۱۲) ، سارے ایرانی اس کی اولاد ہیں۔ یہ گمان کیا جاتا ہے کہ تناسل کی ابتدا ایک ہی شخص سے جسے کیومرث گلِ شاہ (یعنی دھرتی کا راجا) کہتے ہیں۔ یہ چالیس سال تک

یہ "ابوالفرس" (ایرانیوں کا باوا آدم) ہے[1]۔ اور ہوشنگ ایرانیوں کا پہلا بادشاہ ہے[2] یہ آدم کے زمانہ میں موجود تھا یا ان سے دوسو سال کے بعد ہوا[3]۔

الطبری ان لوگوں کے نام نہیں بتاتا جن سے اس نے کیومرث، ہوشنگ اور ان کے بعد آنے والے پیشدادی بادشاہوں کے اخبار حاصل کئے ہیں۔ لیکن اس نے ان ابواب میں کچھ ایسے اشارے کئے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے ایسے لوگوں سے اور انکی تالیفات سے فائدہ اٹھایا ہے جو تاریخ ایران پر خصوصی نظر رکھتے تھے۔ مثلاً وہ یوں لکھتا ہے: "فَأَمَّا الفُرس فانهم قَالُوا ..." (اور ایرانی یہ کہتے ہیں ...)[4] اس طرح کچھ اقوال اور تعلیقات ابن الکلبی[5] کے بھی لئے ہیں، مگر یہ پتہ نہیں کہ الطبری کو یہ کہاں سے ملے۔ یعنی اس نے ابن الکلبی کی کتابوں سے اخذ کئے، یا اپنے شیوخ کی زبان سے سنے — میرا خیال یہ ہے کہ اس نے کتب و مولفات سے اخذ کئے ہیں، ورنہ ان اخبار کی تدوین کرنے والے راویوں کے ناموں کی طرف اشارہ کرنے میں الطبری کو کیا مانع ہوسکتا تھا، جب کہ وہ اخبار رسل و انبیاء کے ذیل میں، اور دوسرے مواقع پر بھی، ہمیں ان لوگوں کے نام بتا دیتا ہے جنھوں نے ابن الکلبی کے اخبار کی روایت کی یا جن رواۃ نے اس سے اخذ کرکے سلسلۂ روایت کو ابن ہشام تک یا صاحب خبر تک یا کسی چشم دید گواہ تک منتصل کیا۔

الطبری وغیرہ نے پیشدادی، کیانی اور اشکانی بادشاہوں کی تاریخ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا بڑا حصہ دیومالا اور لوک کہانیوں پر مشتمل ہے جو ہمیں یونانی دیومالا اور ان قصوں کی یاد دلاتا ہے جو یونانیوں نے اپنے بادشاہوں کے بارے میں روایت کئے ہیں۔ اس کا بہت ہی تھوڑا حصہ تاریخی ہے جو ساسانیوں کے عہد میں جمع کیا گیا۔ مگر ساسانی دور کی تاریخ کا حال پھر غنیمت ہے۔ کیوں کہ اس میں تاریخی عنصر موجود ہے اور یہ بھی ساسانیوں کے

---

[1] الطبری ۱/۱۴۷، [2] حمزہ/۱۲ [3] الطبری ۱/۷۶-۷۷ [4] الطبری ۱/۸۶ [5] الطبری ۱/... وبعد

زمانے میں لکھا گیا ہے۔ پھر اہل حیرہ نے جو کچھ مدوّن کر کے محفوظ کر دیا تھا۔ یا جو راویوں اور اخباریوں نے عرب وایران کے تعلقات کے سلسلہ میں حفظ کر رکھا تھا، وہ بھی اس میں جوڑ دیا گیا ہے۔

ابن الکلبی | ابن الکلبی، یعنی ابو المنذر ہشام بن محمد بن السائب الکلبی (متوفی ۲۰۴ھ یا ۲۰۶ھ)[۱۵] ان لوگوں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے، جو عربوں کی تاریخ ما قبل اسلام اور علم الانساب میں دلچسپی رکھتے تھے۔ یہ حیرہ، عراق اور یمن کی تاریخ کا بھی قابل اعتبار ماخذ ہے۔ اخبار کا ذوق اسے اپنے باپ سے .... ورثے میں ملا تھا۔ چنانچہ یہ خود بھی بڑے اخباریوں میں شمار ہوتا ہے اور اس موضوع پر اس کی کئی تالیفات ہیں اس کی تصانیف ڈیڑھ سو[۱۶] سے زیادہ بتائی جاتی ہیں بعض نے ایک سو چوالیس بیان کی ہیں[۱۷]۔ محدثوں نے اسے "کذب" اور "ضعف" سے متہم کیا ہے، اور اکثر نے اس کی روایت کو ترک کر دیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محدثوں نے حدیث رسول اور تفسیر قرآن میں اس کی روایت قبول کرنا مناسب نہیں سمجھا ہے۔ مگر اخبار وانساب میں وہ بھی اس کے علم کا اعتراف کرتے ہیں اور ان دونوں موضوعات میں اس کی مہارت کے قائل ہیں۔

نولدیکی کا خیال ہے کہ ابن الکلبی پر جو اتہام لگایا جاتا ہے وہ علی الاطلاق صحیح نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کی روایات کا بڑا حصہ درست ہے اور اس نے وہ راہ اختیار کی جو "علم" سے قریب ہے یعنی وہ اصلی دستاویزات اور مخطوطات پڑھتا تھا۔ لیکن میں ابن الکلبی کے حفظ کی وسعت اور تاریخ ما قبل اسلام کے اخبار میں اس شغف کو اچھی طرح جانتے ہوئے بھی اس میں "ضعف" پاتا ہوں، یعنی وہ ہر قدیم خبر کے بارے میں خواہ مخواہ اپنے علم و درایت

---

۱۵ ابن سعد ۶/۲۴۹ - الارشاد ۷/۲۵۰ وبعد تاریخ بغداد ۱۴/۴۵ - تہذیب ۹/۲۶۶ طبقات حفاظ ۱/۳۱۴ ۱۶ لسان المیزان ۶/۱۹۶ ۱۷ الفہرست /۱۴۰ وبعد: لسان المیزان ۶/۱۹۷
۱۸ نولدیکی xxvii (حوالہ ماسبق)

کا مظاہرہ کرتا ہے۔ چنانچہ تاریخ طبری میں اور دوسری کتابوں میں ایسی روایات اس کی طرف منسوب ہوئی ہیں کہ اگر واقعی وہ اُسی نے بیان کی ہیں تو اس کی کمزور انتقادی بصیرت کا ثبوت ہیں اور بتاتی ہیں کہ وہ معقول و منقول میں یا صحیح اور فاسد میں امتیاز نہیں کرتا تھا خاص طور سے اخبار اوائل اور اسرائیلیات میں یہی حال ہے۔ وہ ان اہل کتاب سے اقوال اخذ کرتے میں بھی مبالغہ کرتا ہے جو فی الواقع نہ اہل علم تھے نہ اہل فہم چنانچہ ہم بہت سی ایسی باتیں دیکھتے ہیں جو اس نے توراۃ سے منسوب کی ہیں، مگر وہ اس میں نہیں ہیں، توراۃ تو کیا تالمود یا مدارش سے بھی غیر حاضر ہیں، اور ان میں ایسی آمیزش ہے کہ اہل کتاب کے کسی فرد سے ان روایات کا صادر ہونا مشکل ہی معلوم ہوتا ہے۔ ایسی ہی باتوں سے بعض امور میں وہ ہمارے نزدیک ثقہ نہیں رہتا اور اس کی روائتوں کی صحت میں شک ہو جاتا ہے بلکہ ہمیں سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ کبھی اخبار گھڑ بھی لیتا تھا تاکہ وہ دنیا بھر کے بارے میں ہر قدیم خبر سے اپنی واقفیت جتا سکے۔

تاریخ طبری کی بہت سی روایات جو ایران سے ــ خصوصاً اہل یمن سے ــ عربوں کے تعلقات کے بارے میں ہیں، ابن الکلبی کی طرف راجع ہوتی ہیں۔ چونکہ اس کی اکثر تصانیف ضائع ہو گئیں یا اب تک دستیاب نہیں ہوئی ہیں اس لئے الطبری نے ابن الکلبی سے جو کچھ نقل کیا ہے اس کے اصل متن سے رجوع کرنا بہت دشوار ہے۔ بس صرف یہ ممکن ہے کہ اس کی بعض کتابوں کے ناموں سے یہ اندازہ کر لیا جائے کہ ان سے الطبری نے کیا لیا ہوگا۔ مثلاً ضحاک کا بیان لیجئے جو ابن الکلبی سے پہنچنے والی روایات میں بیوراسپ یا ازدہاق کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور الطبری یہ نہیں بتاتا کہ اسے یہ روایات کہاں سے ملیں[1]۔ یہ ہشام کی تالیفات میں سے ایک کتاب سے ماخوذ ہو سکتا ہے جو کتابوں کے کسی

---

[1] الطبری ۱/۰۸ وبعد۔ الثعالبی: غرر اخبار ملوک الفرس وسیرہم ۱۸/ وبعد

قبرستان میں دفن ہوگی اور ہم تک نہیں پہنچی ہے، جس کا نام "خبر الضحاک" ہے[۱]۔ اور بظاہر یہ ان کتابوں سے ماخوذ ہے جو پہلوی زبان سے عربی میں منتقل ہوئی تھیں۔ یا ان ایرانی رواۃ سے، جو اہل فارس کی تاریخ کے حفظ و روایت میں مشغول رہتے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ کوفہ میں بھی موجود تھے مگر جو کچھ یمن اور عرب سے متعلق ہے یا یمن میں ضحاک کے وجود کے بارے میں ہے وہ حصہ فارسی الاصل نہیں ہو سکتا بلکہ یقیناً عربی ماخذ سے لیا گیا ہوگا۔ یہ روایات ابن الکلبی نے یا کسی اور نے گھڑی ہونگی ہو سکتا ہے کہ "ابنائے فارس"[۲] نے گھڑی ہوں جو یمن میں رہ گئے تھے اور عرب و ایران کی تاریخوں میں ربط پیدا کرتے تھے۔

الطبری نے ملوک الطوائف کے بارے میں جو روایتیں ابن الکلبی والی نقل کی ہیں عین ممکن ہے کہ یہ بھی ایک اور کتاب سے ہوں جو ہم تک نہیں پہنچی ہے۔ اور جس کا ذکر ابن الندیم کی الفہرست میں آتا ہے۔ اس کا نام "کتاب ملوک الطوائف"[۳] ہے۔ الطبری نے ابن الکلبی کی روایات میں کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ بظاہر ایسی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے جو پہلوی زبان سے عربی میں منتقل کی گئی تھیں۔ یا کسی ایسی کتاب سے ہوگا جو فارس کے بادشاہوں کے حالات سے بحث کرتی ہو۔

ابن الکلبی کی ایک اور کتاب بھی ہے۔ جو ساسانی دور کے ایران کی تاریخ سے متعلق ہے اس کا نام ہے: "اخذ کسری رہن العرب"[۴]۔ اسی طرح ایک "کتاب الیمن و امر سیف"[۵] بھی

---

۱ الفہرست /۱۴۱ میں "الضحاک" لکھا ہوا ہے جو بظاہر کاتب کا تصرف ہے۔ رک: الاصنام تحقیق احمد زکی پاشا /۴۳

۲ ابنائے فارس سے وہ لوگ مراد ہیں جو یمن کو حبشیوں کے اقتدار سے آزاد کرانے آئے ENCY.I P.724 نولدیکی (حوالہ ماسبق) /۲۲۰ ۳ الفہرست /۱۴۱ ۴ الفہرست نیز الاصنام /۴۷ ۵ الفہرست /۱۴۱ "کتاب الیمن و امر سیف بن ذی یزن" الاصنام /۴۲

ہے۔ ان کے علاوہ یمن کے تبع بادشاہوں پر[۱]، حیرہ کے حکمرانوں پر[۲] یا اوائل کے موضوع پر[۳] بھی اس کی کتابوں کا پتہ چلتا ہے جن میں ابن الکلبی نے عجب نہیں کہ تاریخ فارس کا بھی مذکور کیا ہو۔

الطبری نے یمن میں یہودیت اور نجران میں عیسائیت کے بارے میں یا حبشہ اور یمن کی لڑائی اور اپنے وطن سے حبشیوں کا اخراج کرنے کے لئے سیف بن ذی یزن کی جدوجہد سے متعلق جو کچھ لکھا ہے، یہ سب ابن الکلبی کی روایات ہیں، ان میں محمد بن اسحٰق کی روایتوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے[۴]۔ یہ طبری نے "کتاب الیمن وأمر سیف بن ذی یزن" سے اور ابن اسحٰق کی تالیف سے اخذ کی ہیں۔ اور ابن اسحٰق کی روایات، جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے، محمد بن کعب القرظی، وہب بن منبہ اور نجران کے کچھ لوگوں سے متصل ہوتی ہیں۔ کندہ اور ایران کے روابط پر جو کچھ لکھا ہے، یا وہ حوادث جو قباذ کے زمانے میں عربوں کے درمیان پیش آئے، وہ بھی ابن الکلبی کی ایک اور تالیف "کتاب ملوک کندہ"[۵] سے لئے گئے ہیں۔ الطبری نے قباذ[۶] اور الحارث بن عمرو بن حجر بن عدی الکندی سے متعلق روایات کو ابن الکلبی سے منسوب کیا ہے۔ البتہ اس نے — تاریخ ایران کے معاملہ میں اپنی عادت کے مطابق — اس شخص کا نام نہیں بتایا جس نے ہشام کا قول اسے پہنچایا ہے۔ جس کتاب یا کتابوں سے وہ نقل کرتا ہے ان کا نام چھوڑ جاتا ہے۔ اس روش کو دیکھتے ہوئے، اور اس طرح کے مبہم جملوں کی روشنی میں، مثلاً: "وذکر أهل العلم" یا "وزعم جماعة من علماء العجم..." یا "وحدثت عن هشام بن محمد قال..." وغیرہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات اس نے کتابوں سے نقل کئے ہیں، اگرچہ

---

۱ کتاب ملوک الیمن من التبابعہ۔ الفہرست/۱۴۱، الاصنام/۷ ۲ کتاب امثال حمیر الفہرست/۱۴۱، الاصنام/۷ ۳ الفہرست/۱۴۱۔ الاصنام/۷ ۴ الطبری ۲/۹۴ ۵ الطبری ۲/۸۹ ۶ الاصنام/۷

کہیں کہ الطبری نے مذکورہ خبر بھی اس کتاب سے اخذ کی ہوگی تو یہ کچھ غلط نہیں ہے۔

اسحٰق بن الجصاص | اور شائد میرا یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ الطبری نے ابن الکلبی کی ایک اور تالیف "کتاب عدی بن زید[۷] العبادی" سے بھی اخذ کیا ہے۔ جس کی تدوین میں اس نے اسحٰق بن الجصاص سے سنی ہوئی روایات پر، یا جو کچھ اس نے اپنے باپ محمد[۸] سے اخذ کیا تھا، اس پر بھروسہ کیا ہے۔

اسحٰق بن الجصاص یا اسحٰق بن عماد جو ابن الجصاص کے نام سے معروف ہے اور جس کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ یہ یمن کے موالی میں سے تھا اور عیسیٰ بن موسیٰ کی حکومت کے آغاز میں اس کا مصاحب تھا۔ چنانچہ لوگ عیسیٰ کے گھر میں اس کے سامنے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ اس کے سامنے کبار علماء کی ایک جماعت نے جن میں ابن الکلبی اور الکسائی[۹] جیسے لوگ تھے، درس لیا۔ ابن الکلبی نے عدی بن زید کے اخبار اپنے شیخ ابن الجصاص سے بالمشافہ حاصل کئے تھے۔ اسی طرح اس نے حماد[۱۰] کی کتاب سے نقل کیا ہے یہ المنصور کے آخری زمانے میں مرا۔

ابن المقفع | عبداللہ ابن المقفع نے بھی، جس کا اصلی نام روزبہ بن داذویہ ہے تاریخ اور ادب کے موضوع پر متعدد کتابیں فارسی سے عربی میں منتقل کیں جن میں "کتاب خدا ینامہ .... فی السیر" "خداینامک[۱۱]" اور "کتاب آئین نامہ فی الآصر[۱۲]"، "کتاب مزدک[۱۳]"،

---

[۷] الاصنام/۱۴۷ [۸] طبری ۲/۴۶/۱۴۰ [۹] الارشاد ۲/۲۳۲-۲۳۳ [۱۰] ی ۲/۱۴۶ [۱۱] خدابنامہ ایرانیامہ، خدینامہ فی السیر - الفہرست/۱۷۲ "خداینامہ وہی کتاب ہے جو فارسی سے عربی میں منتقل ہونے کے بعد "تاریخ ملوک الفرس" کے نام سے موسوم ہوئی" (حمزہ/۱۵)۔ خدای نامہ جدید فارسی میں اور خداینامک و خدینامک پہلوی میں اس کا نام ہے [۱۲] ENCY. VOL VI P. 180 [۱۳] الفہرست/۱۷۲

[۱۴] الفہرست نیز سراج الملوک للطرطوشی/۱۱۸ طبع بولاق ۱۲۸۹ھ

کتاب التاج فی سیرۃ انوشیروان[1]، کلیلہ و دمنہ اور بعض دوسری کتابیں شامل ہیں[2]۔ اسی طرح ابن المقفع نے ان کتابوں کا ترجمہ کرکے ان مورخوں کے لئے جو فارسی زبان سے نابلد تھے ایران کی قدیم تاریخ سے واقف ہونے کی راہ کھول دی ابن الندیم لکھتا ہے کہ "ابن المقفع فارسی سے عربی میں تراجم کرنے والوں میں سے تھا اور وہ دونوں زبانوں کے محاورے سے واقف تھا[3]" لیکن اُس کی فصاحت اور پہلوی زبان سے واقفیت میرے نزدیک گہرے تحقیقاتی مطالعے کی محتاج ہے۔ یعنی ان اصل کتابوں کا جو پہلوی میں تھیں ان تراجم سے مقابلہ کرنا ضروری ہے جو ابن المقفع نے تیار کئے ہیں تاکہ اس موازنہ کے بعد ان پر علمی نقطۂ نظر سے حکم لگایا جا سکے۔ اس معاملہ میں شہرت کا لحاظ کرنا یا ان لوگوں کے اقوال کو قبول کر لینا کافی نہیں ہے۔ جن کی رائے گہرے علم و درایت سے عموماً خالی ہوتی ہے۔ اب وہ اصل کتابیں ضائع ہو چکی ہیں جیسے کہ ابن المقفع کے تراجم بھی ضائع ہو گئے، اور ان کے صرف کچھ ٹکڑے اور اقتباسات ہی ادبی کتابوں میں محفوظ رہ گئے ہیں، اس لئے کسی ادیب یا مورخ کے لئے یہ حکم لگانا دشوار ہے کہ ابن المقفع پہلوی زبان سے خوب اچھی طرح واقف تھا، اس کا محاورہ فصیح تھا، اور وہ ترجمے کی نزاکتوں سے خوب عہدہ برآ ہوا ہے — اگرچہ ہم اس میں شک نہیں کرتے کہ وہ اپنے زمانے کی فارسی خوب سمجھتا ہوگا، لیکن جیسا کہ سب جانتے ہیں زبان کی فہم اور فصاحت دو مختلف چیزیں ہوا کرتی ہیں۔

ابن المقفع کو لوگوں میں بڑی شہرت حاصل ہوئی، جو کچھ وہ لکھتا تھا یا اس کے نام سے لکھا ہوا سامنے آتا تھا لوگ اس کا مطالعہ بڑے ذوق و شوق سے کرتے تھے۔ المسعودی کہتا ہے: "اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اگلے زمانے کے لوگوں کی تعریف میں مبالغہ

---

[1] الفہرست / ۱۷۲ نیز بروکلمان، ضمیمہ ۱ / ۲۳۵ [2] الفہرست / ۱۷۲۔ اس کی دوسری کتابوں کے نام بروکلمان ضمیمہ ۱ / ۲۳۴ - ۲۳۵ میں ملیں گے [3] الفہرست / ۱۷۲

کرتے ہیں اور متقدمین کی کتابوں کو زیادہ وقعت دیتے ہیں، اسی طرح ماضی کی تعریف کرتے ہیں اور حال کی برائی کی جاتی ہے، چاہے عہد جدید کے لوگوں کی کتابوں میں کتنی ہی روشن حقیقتیں اور مفید علوم موجود ہوں۔ ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ کہتا ہے کہ بڑی پرمعنی اور سلیقے سے لکھی ہوئی کتابیں جو اس کے اپنے نام سے ہوتی تھیں ان پر کوئی کان بھی نہ دھرتا تھا نہ ان کی طرف.... رغبت کا ہاتھ بڑھتا تھا اور اگر گھٹیا درجے کی غیر مفید کتابیں جو عبداللہ بن المقفع یا سہل بن ہارون یا ایسے ہی کسی مشہور مصنف کے نام سے لکھ کر شائع کر دیتا تھا تو ان کتابوں کو پر لگ جاتے تھے۔ ہر شخص نقل کرنے میں عجلت کرتا تھا۔ اور اس کا بظاہر کوئی سبب متقدمین سے منسوب ہونے کے سوائے نہیں ہوتا تھا "[1]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متعدد لوگوں نے کتاب خدا ینامہ کا عربی میں ترجمہ کیا۔ یہ فارسی میں خدنیامک یا خدا ینامک کے نام سے مشہور تھی[2] مگر ان میں ابن المقفع کا ترجمہ خاص طور سے مشہور ہوا اور اس سے اکثر مورخوں نے رجوع کیا۔ مگر اس کتاب کی شہرت اور ایران کے اپنی تاریخ کو محفوظ کرنے کے ذوق کے باوجود یہ اصل متن ضائع ہو گیا اور ان کے ترجمے بھی عنقا ہو گئے۔ ان میں ابن المقفع کا ترجمہ بھی تھا اور دوسروں کے تراجم بھی ـــــ یہ واقعی عجیب و غریب معاملہ ہے۔ الطبری نے ابن المقفع کے ترجمے سے اقتباسات دیئے ہیں مگر اس کا نام نہیں لیا اور صرف ایک ہی جگہ اس کا ذکر کیا ہے، ایک ایسے مقام پر جس کا ایران کی تاریخ یا اس ترجمے سے کوئی براہ راست واسطہ نہیں ہے[3] (باقی)

۱۔ التنبیہ والاشراف / ۷۶ - ۷۷

۲۔ CHRISTENSEN (ARTHUR) L' IRAN SOUS LES SASSANIDES COPENHAGUE 1936 P.54 BROCKELMANN: 1, S, 151, SUPPL. 1, 8.235

۳۔ فہرست تاریخ الطبری (دی غوے) ۵۶۷